مصنف

امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی

(قدس سرہٗ)

ناشر

مرکز اھل سنت برکات رضا

امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ، پور بندر۔ گجرات

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	**جلی النص فی اماکن الرخص** (۱۳۳۷ھ)
تصنیف	:	امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (قدس سرہٗ)
تصحیح وتقدیم	:	نعمان اعظمی (فاضل جامعہ ازہر، مصر)
باہتمام	:	علامہ عبد الستار ہمدانی صاحب "مصروفؔ" برکاتی، نوری
کتابت	:	محمد معین ترکی، پور بندر
ناشر	:	مرکز اہل سنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پور بندر، گجرات
اشاعت	:	ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ / اپریل ۲۰۰۶ء

www.Markazahlesunnat.com

ملنے کے پتے

- فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
- مکتبہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
- مکتبہ شیریہ، نزد اقرأ، محمد علی روڈ، ممبئی

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

(سورۃ البقرہ، آیت:۲۸۶)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر

(کنزالایمان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

دین اسلام گزشتہ تمام شرائع کا خاتم اور تمام احکام کا ناسخ ہے، اسلام آنے کے بعد ہر شریعت خواہ وہ موسوی ہو یا عیسوی سب کلی طور پر منسوخ ہوگئی اور اب تا قیامت اسلام ہی کا نظام قابل اتباع اور لائق پیروی ہے۔ ہر مکلّف کو اسی پر کاربند رہنے اور ہر غیر مسلم کو اسی کو اپنانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک ایک ہی اسلام ہے۔ مگر واضح رہے کہ دین حنیف کا وہ اصل جوہر جو تمام شرائع حقہ میں مشترک، بلکہ تمام دین سماوی کی حقیقت رہا ہے وہ عقیدۂ توحید ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس معبود حقیقی کے علاوہ کوئی دوسرا پرستش کا سزاوار نہیں۔

اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں آشکار فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

(سورۃ النحل، آیت ۳۶)

بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا، تاکہ لوگ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شیطان سے پرہیز کریں۔

ایک دوسرے مقام پر اس سے بھی واضح الفاظ میں یوں ارشاد ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۵)

اے محبوب! آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو۔

لہٰذا یہی بنیادی عقیدہ اسلام کی بھی اساس ہے۔ یعنی "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

اللّٰهِ'' کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اسلام ایک ایسا ضابطۂ حیات اور مکمل دستور العمل ہے جس میں ہر فرد امت کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

مثال کے طور پر اسلام میں اقرار توحید و رسالت کے بعد سب سے اہم عبادت ''نماز'' ہے۔ یہ ایک ایسا رکن جو ہر حال میں اہل تکلیف سے مطلوب ہے۔ مگر حالت حیض میں عورت پر نماز معاف ہے، کیوں؟

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں کسی قسم کی کمی یا خلل واقع ہونے پر وہ فاسد ہو جاتی ہے، تاہم حالت سفر شرعی میں اس میں قصر (تخفیف) ہو جاتی ہے، کیوں؟

اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم میں موجود ہے:

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۶)

اللہ کسی جان پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

اسی طرح آپ اسلامی قوانین کے تمام پہلوؤں پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر کتنی وسعت ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہوگا کہ اس کی جامعیت کا نتیجہ ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد، چاہے بچہ ہو یا جوان، اڈھیڑ ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت، مریض ہو یا صحت مند، لاچار ہو یا معذور، سب کے لیے یکساں طور پر ان احکام پر عمل درآمد بالکل آسان ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی رب تعالیٰ نے اس دین کو مکمل کرنے اور اس کے احکام و اصول پر عمل کرنے والوں کو اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ عطا کر دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (سورۃ المائدۃ، آیت ۳)

آج میں نے تمھارے لیے دین کو مکمل کر دیا، اور تم پر اپنے فضل و کرم کی انتہاء کر دی اور تم سے دین کی حیثیت سے اسلام سے راضی ہوں۔ خالق کائنات کی طرف سے اسلام کو مکمل دین اور

کامل ضابطۂ حیات ہونے کی سند حاصل ہے۔ اس کے بعد کسی سرکش اہل قلم کی اسلامی قوانین پر انگشت نمائی سراسر جہالت ہے۔ اتنی واضح نشانیوں کے بعد ان قوانین کو ادھورا یا ناقص قرار دینا نری سفاہت ہے۔

اسلام کے دور اول میں فقہ و اصول فقہ مستقل اصطلاح کے ساتھ مدون نہیں ہوئے تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی سارے احکام کا محور تھی، کسی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی تو صحابہ کرام براہ راست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کی طرف رجوع کرتے، ان کا مسئلہ حل ہو جاتا۔ ان کو تسلی بخش جواب بارگاہ رسالت مآب سے مل جاتا۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ و تابعین کے آثار و فتاوے یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ زیادہ دور ہو گیا۔ صحابہ کی مبارک جماعت بھی دھیرے دھیرے کم ہونے لگی، تو تابعین میں سے بعض امام مجتہد کی حیثیت سے رونما ہوئے۔ جنھوں نے فقہ و افتاء کو اتنا چھان پھٹک کر پیش کیا کہ علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہو گیا کہ ان چار برحق اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید ہر کلمہ گو پر واجب ہے۔

زیر نظر رسالہ امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ کی تحریروں میں سے وہ انمول تحفہ ہے جس میں آپ نے ضرورت کے وقت کسی ممنوع شرعی میں اجازت کے کتنے پہلو نکلتے ہیں؟ ممنوع کے جواز کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟ وہ ضرورت کیسی ہے؟ شریعت میں ضرورت کسے کہتے ہیں؟ وغیرہ، اشکال پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

یہ رسالہ ''**جلی النص فی أماکن الرخص**'' فتاویٰ رضویہ کی اکیسویں جلد میں مطبوع ہے۔ تاہم اس کو الگ سے مستقل کتابچہ کی شکل میں نئے اردو نام کے ساتھ شائع کرنے کی تجویز ماہر رضویات، مناظر اہل سنت حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی نوری برکاتی مدظلہ العالی نے پیش کی۔

موصوف اہل سنت و جماعت کے ان خیر خواہوں میں سے ایک ہیں جن کا دل امت مسلم کی زبوں حالی و پس ماندگی پر ہمیشہ جلتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں ناخواندہ عوام کو آج کن کن مسائل کی زیادہ ضرورت ہے اس بات کی رعایت اپنی جماعت میں چندے معدودے کرتے ہیں جن میں

موصوف بھی ایک ہیں۔ میرے اس دعوی کی بین دلیل ''مرکز اہل سنت برکات رضا'' کا ہنستا مسکراتا چمنستان ادب ہے جو اب تک ہزاروں ایسے رسالے، کتابچے اور ضخیم کتب شائع کر کے عوام وخواص تک بلا معاوضہ بھی پہنچا چکا ہے۔

راقم سطور بیرون ہند بطور خاص مصر، شام، عراق اور لبنان کے علماء اور بعض عہدہ داران حکومت سے جامعہ ازہر میں طالب علمی کے دوران ملاقات سے مشرف ہوا۔ ہماری ہر ایسی ملاقات کا واحد ہدف سیدی اعلیٰ حضرت کے فکر ومشن کو عام کرنا ہوتا تھا۔ مذکورہ علماء و دانشور اگر پہلے سے فاضل امام سے متعارف ہوتے تو ان کی زبان پر بس ایک جملہ مچلتا ''**قَدْ عَرَفْنَاهُ بِمُؤَلَّفَاتِه** ''ہم نے اعلیٰ حضرت کو ان کی تحریروں سے پہچانا، اور جو ہماری ملاقات سے پیشتر آپ کی شخصیت سے ناواقف ہوتا تو ہم اسے اتنا علمی مواد فراہم کرتے کہ اس کے بعد کسی سنی ہندوستانی سے ملاقات کے وقت اس کی زبان پر بھی یہی ورد ہوتا ''**قَدْ عَرَفْنَاهُ بِمُؤَلَّفَاتِه**۔''

میں بھی اپنی اس تمہیدی گفتگو کا اختتام اسی جملہ پر کر رہا ہوں کہ آپ سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ان کی تحریروں سے پہچاننے کی کوشش کیجئے۔ کیوں کہ ان کی ہر تحریر آیات قرآں کی ترجمان، احادیث مصطفیٰ کی آئینہ دار، آثار صحابہ کی توضیح، اقوال تابعین کا نمونہ، ائمہ مجتہدین کی مؤید اور سلف صالحین کے گفتار و کردار کا خلاصہ ہے۔

اس مختصر مگر جامع رسالہ کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ اس کو عوام وخواص کے لیے نفع بخش اور میرے لیے آخرت میں باعث نجات بنائے۔ (آمین)

وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلَّا بِاللّٰهِ ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ.

وَصَلَّى اللّٰهُمَّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

ماہ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ
مطابق
اپریل ۲۰۰۶ء

طالب دعا
نعمان اعظمی الازہری
مرکز اہل سنت برکات رضا
پور بندر۔

استفسار:

بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے۔ ان کی اجمالی تفصیل کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بَعَثَ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْعَةٍ سَمْحَةٍ سَهْلَةٍ غَرَّاءَ بَيْضَاءَ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُ السَّلَامِ عَلٰى مَنْ اَحَلَّ لَنَا الطَّيِّبَاتِ وَحَرَّمَ عَلَيْنَا الْخَبَائِثَ وَ وَضَعَ عَنَّا مَا كَانَ عَلَى الْاُمَمِ الْخَالِيَةِ مِنَ الْاِصْرِ وَ الْاَغْلَالِ وَ اَوْزَارِهَا وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ وَ حِزْبِهِ الَّذِيْنَ جَعَلَهُمْ رَبُّهُمْ اُمَّةً وَّسَطًا فَقَالُوْا بِالْحَقِّ وَ قَامُوْا بِالْعَدْلِ وَ فَازُوْا بِفُيُوْضِ الشَّرِيْعَةِ وَ اَنْوَارِهَا وَ عَلَيْنَا بِهِمْ وَ لَهُمْ وَ فِيْهِمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ فِىْ كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْنٍ عَدَدَ اَوْبَارِ الْهَدَايَا وَ اَصْوَافِ الضَّحَايَا وَ اَشْعَارِهَا اٰمِيْنَ!

اللہ تعالیٰ کے مقدس نام سے شروع جو بے حد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ ہر قسم کی تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ جس نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی شریعت دے کر بھیجا جو کشادہ، نرم، آسان اور بے حد روشن ہے، جس کی رات دن کی طرح ہے، اور عمدہ درود اور سب سے زیادہ کامل سلام ان پر نازل ہو کہ جنھوں نے ہمارے لیے پاک اور ستھری چیزیں حلال فرمادیں اور گندی چیزیں ہم پر حرام کردیں۔ اور جو بوجھ، طوق اور گناہ گزشتہ امتوں کے ذمے تھے وہ ہم سے اتار دیئے۔ اور ان کی اولاد، صحابہ، دوست اور ان کے گروہ پر بھی (درود وسلام ہو) جن کو ان کے پروردگار نے درمیانی امت بنایا۔ پھر انھوں نے حق بیان فرمایا اور انصاف قائم کیا۔ اور شریعت کے فیوضات وانوار کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ پھر ان کی وجہ سے ہم پر اور ان کے لیے اور ان کے اندر، اے سب سے بڑے رحم کرنے والے! ہر لمحہ اور ہمیشہ ہمیشہ رہے۔ قربانی کے اونٹوں کے بال اور مینڈھوں کے اون اور بکریوں کے بالوں کی تعداد کے مطابق رہے۔ یا اللہ! ہماری اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

امابعد! یہ چند سطور **کَاشِفَۃُ السُّتُوْرِ بِعَوْنِ الْغَفُوْرِ لَامِعَۃِ النُّوْر** (چند سطریں پردہ اٹھانے والی، گناہ بخشنے والے روشن نور کی مدد سے۔ت) اس بیان میں ہیں کہ بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے۔ اس کی اجمالی تفصیل کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہ ہر ممنوع کسی نہ کسی وقت مباح ہوسکتا ہے نہ ہر وقت ایسا کہ کسی نہ کسی ممنوع میں رخصت کی قابلیت رکھتا ہے۔ ادھر اس کے متعلق بعض قواعد فقہیہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

اول:

اصل یہ ہے کہ **دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اَھَمُّ مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ۔**

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ادارۃ القرآن، کراچی، ١/١٢٥)

مفسدہ کا دفع مصلحت کی تحصیل سے زیادہ اہم ہے۔ حدیث ذکر کی جاتی ہے:

تَرْکُ ذَرَّۃٍ مِمَّا نَھَی اللّٰہُ عَنْہُ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقْلَیْنِ۔

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ادارۃ القرآن، کراچی، ١/١٢٥)

ایک ذرہ ممنوع شرعی کا چھوڑ دینا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

یہ قاعدہ مطلقاً لحاظ نہی بتاتا ہے۔

دوم:

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ۔ مجبوریاں ممنوع کو مباح کردیتی ہیں۔

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ادارۃ القرآن، کراچی، ١/١١٨)

اقول (میں کہتاہوں۔ت) اس کا استنباط کریمۂ

﴿فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (القرآن الکریم، ٦٤/١٦)

وکریمۂ **﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾** (القرآن الکریم، ٢/٢٨٦)

میں ہے یعنی مقدور بھر پرہیزگاری کرو، اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتا۔ یہ مطلقاً لحاظ ضرورت فرماتا ہے۔

سوم:

مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ اِخْتَارَ اَھْوَنَھُمَا۔ دو بلاؤں کا مبتلا ان میں ہلکی کو اختیار کرے۔

(کشف الخفاء، حدیث ٢٣٨٩، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، ٢/٢٠٧ ☆ الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ادارۃ القرآن، کراچی، ١/١٢٣)

اقول (میں کہتاہوں۔ت) یہ کریمہ **﴿اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ﴾**

(القرآن الکریم، ١٦/١٠٦)

(مگر وہ شخص کہ جس پر زبردستی کی جائے جب کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ت) سے ماخوذ ہے۔ یہ قاعدہ دونوں اطلاق نہیں کرتا بلکہ موازنہ چاہتا ہے۔

چہارم:

اَلضَّرَرُ یُزَالُ۔ (نقصان کو دور کیا جاتا ہے۔ت)

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ادارۃ القرآن، کراچی، ١/١١٨)

ضرر مدفوع ہے۔ **قَالَ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾**

(القرآن الکریم، ٢٢/٧٨)

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَاضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ، رَوَاہُ ابْنُ مَاجَہ عَنْ عُبَادَۃَ وَاَحْمَدُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ بِسَنَدٍ حَسَنٍ۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ الخ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص ١٧٠ ☆ مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، المکتب الاسلامی، بیروت، ١/١٠٥)

نہ ضرر لو نہ ضرر دو۔ (ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبادہ سے روایت کیا اور امام احمد نے عبداللہ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

ارتکابِ ممنوع بھی ضرر ہے تو یہ اصل اول سے موافق ہے اور انسانی ضرورت بھی ضرر ہے تو اصل دوم کے مطابق ہے۔

پنجم:

اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ مشقت آسانی لاتی ہے۔

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱/ ۱۸۹)

اور اسی کے معنی میں ہے: **مَاضَاقَ اَمْرٌ اِلَّا اتَّسَعَ** (کوئی معاملہ تنگ نہیں ہوا مگر اس میں کشادگی رکھی گئی۔ت) (الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ،۱/ ۱۱۷)

مولیٰ سبحانہٗ فرماتا ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (القرآن الکریم،۲/ ۱۸۵)

اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اس کا دائرہ ضرورت و مجبوری سے وسیع تر ہے۔

ششم:

مَا حَرُمَ اَخْذُهٗ حَرُمَ اِعْطَاؤُهٗ (جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔)

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ عشر، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱/ ۱۸۹)

قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (القرآن الکریم، ۵/ ۲)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

ہفتم:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى... (اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر ایک کے لیے اس کی نیت۔)

(صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الخ،قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۲)

قَالَ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ (القرآن الکریم، ۵/ ۱۰۵)

ایمان والو! آپ ٹھیک رہو دوسرے کا بہکنا تمھیں ضرر نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہم دیکھتے ہیں حج میں مدت سے ٹیکس لیے جاتے ہیں اور اس سے حج ممنوع نہیں ہو جاتا، تجارتوں پر صدہا سال سے تمام دنیا میں ٹیکس اور چنگیاں ہیں اس سے تجارت بند نہیں کی جاتی۔ یہ قاعدہ ہفتم کے موافق ہے لیکن سود کا لینا دینا دونوں حرام۔ حدیث صحیح میں دونوں پر لعنت فرمائی، دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ (رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں ہیں۔)

(کنز العمال، بحوالہ طب ص حدیث ۱۵۰۷۷ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۶/ ۱۱۳☆ الترغیب والترھیب ترھیب الراشی والمرتشی، مصطفی البابی، مصر، ۳/ ۱۸۰)

یہ قاعدہ ششم کے مطابق ہے، لہٰذا بقدر وسعت ان مواقع و اماکن کا بیان چاہیے جہاں رخصت ملتی ہے اور جہاں نہیں، کہ ان قواعد کے موارد واضح ہوں۔ نیز مسائل کثیرہ و مباحث غزیرہ باذنہٖ تعالیٰ روشن و لائح ہوں نیز اس شریعت مطہرہ کی حکمتیں اور اس کا اعتدال اور برخلاف شرائع یہود و نصاریٰ سختی و نرمی محض سے انفصال ظاہر ہو۔ **وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ** (اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ت) علماء فرماتے ہیں: مراتب پانچ ہیں:

(۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) منفعت (۴) زینت (۵) فضول

امام محقق علی الاطلاق نے اسے اقسام اکل میں دکھایا اور ضرورت یہ بتائی کہ بے اس کے ہلاک یا قریب ہلاک ہو۔ اور حاجت یہ کہ حرج و مشقت میں پڑے۔ باقیوں کی تعریف نہ فرمائی مثال بتائی، منفعت گیہوں کی روٹی بکری کا گوشت۔ زینت حلوا، مٹھائی۔ فضول طعام شبہہ حرام **وَنَقَلَهٗ فِيْ غَمْزِ الْعُيُوْنِ مِنْ قَاعِدَةِ الضَّرَرِ يُزَالُ وَاقْتَصَرَ عَلَيْهِ** (غمز العیون میں اسے

اس قاعدے سے نقل فرمایا کہ نقصان دور کیا جائے، اور اسی پر اکتفاء کیا۔ت)

(غمز عیون البصائر، القاعدة الخامسة الضرر یزال ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ ، کراچی، ۱/۱۱۹)

فقیر بقدر فہم کلام عام کرے **فاقول** (پس میں کہتا ہوں) پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے دین وعقل ونسب ونفس و مال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں۔اب اگر فعل (کہ ترک بمعنی کف کو کہ وہی مقدور وزیر تکلیف ہے نہ کہ بمعنی عدم **کما فی الغمز** وغیرہ بھی شامل) اگر ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو، تو یہ مرتبۂ ضرورت ہے جیسے دین کے لیے تعلم ایمانیات وفرائض عین، عقل ونسب کے لیے ترک خمر و زنا، نفس کے لیے اکل وشرب بقدر قیام بنیہ، مال کے لیے کسب و دفع غصب وامثال ذلک اور اگر توقف نہیں مگر ترک میں لحوق مشقت وضرر وحرج ہے تو **حاجت** جیسے معیشت کے لیے چراغ کہ موقوف علیہ نہیں، ابتدائے زمانۂ رسالت علیٰ صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ (صاحب رسالت پر عمدہ درود اور ثنا ہو۔ت) میں ان مبارک مقدس کاشانوں میں چراغ نہ ہوتا۔ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

وَالْبُیُوْتُ یَوْمَئِذٍ لَیْسَ فِیْھَا مَصَابِیْحُ، رَوَاہُ الشَّیْخَانِ۔ گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔بخاری ومسلم نے اسے روایت کیا۔(ت)

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی الفروش، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۵۶ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب سترۃ المصلی الخ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/۱۹۸)

مگر عامہ کے لیے گھر میں بالکل روشنی نہ ہونا ضرور باعث مشقت وحرج ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو مگر حصول مفید ہے نفس فائدہ مقصودہ اس سے حاصل ہوتا ہے تو **منفعت** جیسے مکان کے ہر دالان میں ایک چراغ، اور اگر فائدہ مقصودہ کی تحصیل اس پر نہیں بلکہ ایک امر زائد زیب وزیبائش بقدر

اعتدال کے لیے ہے تو **زینت** جیسے چراغ کی جگہ فانوس، اور اگر اس سے اتنا فائدہ بھی نہیں یا اس میں افراط اور خروج عن الحد ہے تو **فضول** جیسے بے کسی نیت محمودہ کے گھر میں چراغاں۔اب مواضع ضرورت کا استثناء تو بدیہی جس کے لیے اصل دوم کافی اور اس کی فروع معروف ومشہور اور استقصاء سے بعید ومہجور، مثلاً کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھے، ورنہ لیٹ کر، ورنہ اشارہ سے **اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِمَّا لَا یَخْفٰی** (ان کے علاوہ باقی صورتیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ت) اس کے لیے تمام ممنوعات کہ کسی حال میں قابل اباحت یا متحمل رخصت ہوں مباح یا مرخص ہوجاتے ہیں۔ نہ مثل زنا وقتل ناحق مسلم کہ کسی شدید سے شدید ضرورت کے لیے بھی مرخص نہیں ہوسکتے، یہاں تک کہ اگر صحیح خوف قتل کے سبب بھی ان پر اقدام کرے گا مجرم ہوگا، حکم ہے کہ باز رہے اگرچہ قتل ہوجائے، اگر مارا گیا اجر پائے گا **کَمَا نَصُّوْا عَلَیْہِ اُصُوْلًا وَ فُرُوْعًا** (جیسا کہ اصول وفروع کے لحاظ سے ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی۔ت) پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی دوسرے مسلم ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے، مثلاً:

(۱) دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص ڈوبنے لگا اور یہ بچا سکتا ہے لازم ہے کہ نیت توڑے اور اسے بچائے، حالاں کہ ابطال عمل حرام تھا۔

قَالَ تَعَالٰی:﴿ لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ﴾ (القرآن الکریم، ۴۷/۳۳)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔(ت)

(۲) نماز کا وقت تنگ ہے ڈوبتے کو بچانے میں نکل جائے گا، بچائے، اور نماز قضاء پڑھے، اگرچہ قصداً قضا کرنا حرام تھا۔

(۳) نماز کا وقت جاتا ہے اور قابلہ اگر نماز میں مشغول ہو بچے پر ضائع ہونے کا اندیشہ ہے نماز کی تاخیر کرے۔

(۴) نماز پڑھتا ہے اور اندھا کنویں کے قریب پہنچا، اگر یہ نہ بتائے وہ کنویں میں گر جائے، نیت توڑ کر بتانا واجب ہے۔اشباہ میں ہے:

تَخْفِیْفَاتُ الشَّرْعِ اَنْوَاعُ الْخَامِسِ تَخْفِیْفُ تَاخِیْرٍ کَتَاخِیْرِ الصَّلٰوۃِ عَنْ وَقْتِھَا فِیْ حَقِّ مُشْتَغِلٍ بِاِنْقَاذِ غَرِیْقٍ وَ نَحْوِہٖ۔ (شریعت کی سہولتوں کی کئی قسمیں ہیں، پانچویں قسم یہ ہے کہ تاخیر کی سہولت ہے، جیسے وہ شخص جو کسی ڈوبتے ہوئے کو بچائے تو اس کا اپنی نماز میں تاخیر کرنا۔ت)

(الاشباہ و النظائر، الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ادارۃ القرآن و علوم الاسلامیۃ، کراچی، ۱/۱۱۷)

ردالمحتار کتاب الحج میں ہے:

جَازَ قَطْعُ الصَّلٰوۃِ اَوْ تَاخِیْرُھَا لِخَوْفِہٖ عَلٰی نَفْسِہٖ اَوْ مَالِہٖ اَوْ نَفْسِ غَیْرِہٖ اَوْ مَالِہٖ کَخَوْفِ الْقَابِلَۃِ عَلَی الْوَلَدِ وَالْخَوْفُ مِنْ تَرَدِّیْ اَعْمٰی وَ خَوْفُ الرَّاعِیْ مِنَ الذِّئْبِ وَ اَمْثَالِ ذٰلِکَ۔ (نماز توڑ دینا یا اس میں تاخیر کرنا جائز ہے جب کہ کسی شخص کو اپنی جان یا اپنے مال کا خطرہ ہو، یا کسی دوسرے کی جان و مال کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے دایہ کا بچے کی پیدائش کے وقت ڈر یا اندھے کے کنویں میں گرنے کا خوف، یا چرواہے کا بھیڑیے سے خطرہ، یا اس قسم کے دوسرے مواقع۔ت)

(ردالمحتار، کتاب الحج، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۲/۱۴۴)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی حقیقۃً اپنے نفس کی طرف راجع کہ یہ شرعاً ان کے بچانے پر مامور ہے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

(اگر میں یہ دیکھوں کہ اندھا اور کنواں ہے تو اگر اس موقع پر خاموش رہوں تو گناہ ہے۔ت)

ولہٰذا جن کا نفقہ اس پر لازم ہے بے ان کا بندوبست کئے حج کو نہ جائے اور جن کا نفقہ اس پر

نہیں اگرچہ اس کے چلے جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اس پر لحاظ لازم نہیں کہ یہ یہاں رہتا جب بھی تو انھیں نفقہ دینے کا شرعاً مامور نہ تھا۔ پھر عالمگیریہ میں ہے:

کَرِھَتْ خُرُوْجَہٗ (اَیْ لِلْحَجِّ) زَوْجَتُہٗ وَ اَوْلَادُہٗ اَوْ مَنْ سِوَاھُمْ مِمَّنْ تَلْزَمُہٗ نَفْقَتُہٗ وَھُوَ لَا یَخَافُ الضَّیْعَۃَ عَلَیْھِمْ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ یَخْرُجَ وَمَنْ لَاتَلْزَمُہٗ نَفْقَتُہٗ لَوْ کَانَ حَاضِرًا فَلَا بَاْسَ بِالْخُرُوْجِ مَعَ کَرَاھَتِہٖ وَ اِنْ کَانَ یَخَافُ الضَّیْعَۃَ عَلَیْھِمْ۔

اگر اس کی بیوی اور بچے یا ان کے علاوہ دوسرے افراد کنبہ کہ جن کا خرچہ اس پر لازم ہے، اگر یہ حج کے لیے جائے اور یہ سب اس کے جانے کو پسند نہ کریں اور اسے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اس صورت میں اس کے جانے میں کوئی حرج نہیں، اور جن لوگوں کا خرچہ اس پر لازم نہیں، اگر یہ موجود ہو تو ناپسندیدگی کے باوجود اس کے باہر جانے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ اس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ (ت)

(فتاوٰی ھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول، نورانی کتب خانہ، پشاور، ۱/۲۲۱)

اور زینت و فضول کے لیے کسی ممنوع شرعی کی اصلاً رخصت نہ ہوسکنا بھی ایضاح سے غنی جس پر اصل اول بدرجۂ اولٰی دلیل وافی ورنہ احکام معاذ اللہ ہوائے نفس کا بازیچہ ہوجائیں۔

اقول یوں ہی مجرد منفعت کے لیے کہ وہ اصل مدلول اصل اول اور اس پر کتب معتمدہ میں فروع کثیرہ دال:

(۱) حقنہ بہ ضرورت مرض جائز ہے اور منفعت ظاہرہ مثلاً قوت جماع کے لیے ناجائز ہے۔ ردالمحتار میں ذخیرۂ امام اجل برہان الدین محمود سے ہے:

یَجُوْزُ الْاِحْتِقَانُ لِلْمَرَضِ فَلَوْ اِحْتَقَنَ لَا لِضَرُوْرَۃٍ بَلْ لِمَنْفَعَۃٍ ظَاھِرَۃٍ بِاَنْ یَتَقَوّٰی عَلَی الْجِمَاعِ لَا یَحِلُّ عِنْدَنَا۔ (بیمار کے لیے حقنہ کرنے کی اجازت ہے اگر اس نے بغیر ضرورت حقنہ لیا کسی ظاہری فائدہ کے لیے مثلاً: اس لیے کہ جماع پر قوی ہو تو ہمارے لیے یہ حلال نہیں اھ۔ت) (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر والمس،

دار احیاء التراث العربی ، بیروت، ۵/ ۲۳۷)

اس پر حواشی فقیر میں ہے:

اَقُوْلُ ھٰذَا ظَاھِرٌ اِذَا کَانَ مَعَہٗ مِنَ الْقُوَّۃِ مَا یَقْدِرُ بِہٖ عَلٰی اَدَاءِ حَقِّ الْمَرْأَۃِ فِی الدِّیَانَۃِ وَ تَحْصِیْنِ فَرْجِھَا اَمَّا اِذَا عَجَزَ عَنْ ذٰلِكَ فَھَلْ یُعَدُّ ضَرُوْرَۃَ الظَّاھِرِ لَا لِاَنَّہٗ بِسَبِیْلٍ مِنْ اَنْ یُّطَلِّقَھَا فَتَنْکِحُ مَنْ شَاءَ تْ فَاِنَّ الْوَاجِبَ عَلَیْہِ اَحَدُ اَمْرَیْنِ اِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ فَاِنْ عَجَزَ عَنِ الْاَوَّلِ لَمْ یَعْجِزْ عَنِ الْاٰخَرِ نَعَمْ اَلْمَعْھُوْدُ فِی الْھِنْدِ اَنَّ النِّسَاءَ یَتَعَیَّرْنَ بِالزَّوَاجِ الثَّانِیْ تَعَیُّرًا شَدِیْدًا لٰکِنْ ھٰذَا مِنْ قِبَلِھِنَّ بِجَھْلِھِنَّ لَیْسَ عَلَیْہِ فِیْہِ اَخْذٌ فَلْیَتَأَمَّلْ ، اِنْتَھٰی مَاکَتَبْتُ عَلَیْہِ۔

(جدالممتار علیٰ ردالمحتار)

میں کہتا ہوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس میں قوت مردمی موجود ہو کہ جس کی وجہ سے یہ عورت کا حق ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے دیانت اور حفاظت فرج کے لحاظ سے، لیکن اگر یہ اس سے عاجز ہے تو کیا اس کو بھی ضرورت میں شمار کیا جائے گا؟ ظاہر یہ ہے کہ صورت ضرورت میں شمار نہیں، کیوں کہ اس کے لیے یہ راستہ ہے کہ اس صورت میں یہ عورت کو طلاق دے دے، تو پھر وہ جس سے چاہے نکاح کرلے، کیوں کہ اس پر دو باتوں میں سے ایک واجب ہے، یا بھلائی کے ساتھ روک رکھنا یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا۔ اگر یہ پہلی بات سے عاجز ہوگیا تو دوسری سے عاجز نہیں، ہاں البتہ ہندوستان میں مشہور و متعارف یہ ہے کہ عورتیں دوسرا نکاح کرنے سے سخت عار محسوس کرتی ہیں، لیکن یہ پابندی عورتوں کی طرف سے عائد کردہ ہے ان کی ناسمجھی کی وجہ سے۔ اس میں اس پر کوئی گرفت نہیں۔ اس باب میں غور و فکر کرنا چاہیئے۔ یہ آخر عبارت ہے جو میں نے اس کے حاشیہ میں لکھی۔ (ت)

(۲) حلال کام میں تیس روپیہ مہینہ پاتا ہے اور نصرانی ناقوس بجانے پر ڈیڑھ سو روپئے ماہوار دیں گے، اس منفعت کے لیے یہ نوکری جائز نہیں۔

(۳) یوں ہی بھٹی کے لیے شیرہ نکالنے کی، فتاوٰی امام اجل قاضی خان میں ہے:

رَجُلٌ اٰجَرَ نَفْسَہٗ مِنَ النَّصَارٰی لِضَرْبِ النَّاقُوْسِ کُلَّ یَوْمٍ بِخَمْسَۃِ دَرَاھِمَ وَ یُعْطٰی فِیْ عَمَلٍ اٰخَرَ کُلَّ یَوْمٍ دِرْھَمٌ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّؤَاجِرَ نَفْسَہٗ مِنْھُمْ اِنَّمَا عَلَیْہِ اَنْ یَّطْلُبَ الرِّزْقَ مِنْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَ کَذَا لَوْ اٰجَرَ نَفْسَہٗ مِنْھُمْ بِعَصْرِ الْعِنَبِ لِلْخَمْرِ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْعَاصِرَ اھ۔

ایک آدمی عیسائیوں کے ہاں بگل بجانے کی نوکری اختیار کرتا ہے کہ اسے ہر دن اس کام پر پانچ درہم ملیں گے لیکن اگر کوئی دوسرا جائز کام کرے تو اس پر یومیہ ایک درہم ملے گا، امام ابراہیم بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ عیسائیوں کے ہاں بگل بجانے کی نوکری کرے، بلکہ اس کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ سے رزق حلال تلاش کرے۔ اور یہی حکم ہے اس شخص کا جو شراب بنانے کے لیے انگور نچوڑنے کی ملازمت کرتا ہے، اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس باب میں جن بدنصیبوں پر لعنت فرمائی ان میں انگور نچوڑنے والا بھی شامل ہے۔ (عبارت مکمل ہوگئی) (ت)

(فتاوٰی قاضی خاں، کتاب الحظر و الاباحۃ، نولکشور لکھنؤ، ۴/ ۷۸۰)

اَقُوْلُ وَلَا یَنْبَغِیْ ھٰھُنَا بِمَعْنٰی لَا یَجُوْزُ بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ "عَلَیْہِ" فَاِنَّہٗ لِلْاِیْجَابِ وَ بِدَلِیْلِ تَشْبِیْھِہٖ فِی الْحُکْمِ بِمَا صَحَّ عَلَیْہِ اللَّعْنُ۔

اَقُوْلُ (میں کہتا ہوں) **لَا یَنْبَغِیْ** یہاں بمعنی **لَا یَجُوْزُ** ہے، یعنی اس کے لیے یہ جائز ہی نہیں، اور اس کی دلیل مصنف کا یہ قول "**عَلَیْہِ**" ہے کیوں کہ لفظ "**عَلٰی**" ایجاب کے لیے آتا ہے، اور اس دلیل سے کہ مصنف نے اس مسئلے کو حکم میں اس سے تشبیہ دی کہ جس پر لعنت صحیح ہے۔ (ت)

(۴و۵) موچی کو نیچری وغیرہ فاسقانہ وضع کا جوتا بنانے یا درزی کو ایسی وضع کے کپڑے سینے پر کتنی

ہی اجرت ملے اجازت نہیں کہ معصیت پر اعانت ہے۔ خانیہ میں متصل عبارت مذکورہ ہے۔

وَكَذَا الْاِسْكَافُ اَوِالْخَيَّاطُ اِذَا اسْتُوْجَرَ عَلٰى خِيَاطَةِ شَيْءٍ مِنْ ذِيِّ الْفُسَّاقِ وَ يُعْطٰى لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ كَثِيْرُ اَجْرٍ لَا يَسْتَحِبُّ لَهٗ اَنْ يَّعْمَلَ لِاَنَّهٗ اِعَانَةٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ اه ، اَقُوْلُ وَلَا يَسْتَحِبُّ هٰهُنَا لِلنَّهْيِ لِاَجَلِ التَّشْبِيْهِ الْمَذْكُوْرِ وَ بِدَلِيْلِ الدَّلِيْلِ فَفِى الْخَانِيَّةِ مَسْئَلَةُ الطَّبْلِ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ اِعَانَةٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ ، وَ فِيْ اَوَائِلِ شَهَادَاتِ الْهِنْدِيَّةِ عَنِ الْمُحِيْطِ اَلْاِعَانَةُ عَلَى الْمَعَاصِيْ مِنْ جُمْلَةِ الْكَبَائِرَ۔

اور یہی حکم ہے موچی اور درزی کا کہ جب اسے ایسی چیز کے لینے اور بنانے پر اجرت دی جائے جو فاسقوں کی وضع اور شکل کا لباس ہو اور اس میں اسے زیادہ اجرت دینے کا وعدہ کیا جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ یہ کام کرے اس لیے کہ گناہ پر یہ دوسرے کی امداد کرنا ہے اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہاں "**لَا يَسْتَحِبُّ**" بمعنی نہی ہے تشبیہ مذکور کی وجہ سے اور دلیل کی دلیل کی وجہ سے، چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں طبلہ بجانے کے متعلق ہے کہ جائز نہیں اس لیے کہ یہ گناہ پر امداد دینا ہے، اور فتاویٰ عالمگیری کی بحث "اوائل شہادات" میں محیط سے نقل کیا کہ گناہ کے کاموں میں کسی کی امداد کرنا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔ (ت)

(فتاویٰ قاضی خاں، کتاب الحظر والا باحۃ ، فصل فی النظر والمس، نولکشور ، لکھنؤ، ۴ / ۷۸۰ ☆فتاویٰ قاضی خاں، کتاب الحظر والاباحۃ ، فصل فی التسبیح و التسلیم الخ، نولکشور، لکھنؤ، ۴ / ۷۹۴ ☆فتاویٰ ھندیۃ، کتاب الشھادات، الباب الاول، نورانی کتب خانہ پیشاور، ۳ / ۴۵۱)

(۶) لکڑی جنگل سے مفت مل سکتی ہے اور ایک شخص لینے نہیں دیتا جب تک اسے رشوت نہ دو، دینا حرام ہے، بحر الرائق میں ہے:

وَفِى الْقُنْيَةِ قُبَيْلَ التَّحَرِّيْ اَلظَّلَمَةُ تَمْنَعُ النَّاسَ مِنَ الْاِحْتِطَابِ مِنَ الْمَرُوْجِ اِلَّا بِدَفْعِ شَيْءٍ اِلَيْهِمْ فَالدَّفَعُ وَالْاَخْذُ حَرَامٌ لِاَنَّهٗ رِشْوَةٌ۔

(بحر الرائق، کتاب القضاء، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۶ / ۲۶۲)

القنیہ کی بحث تحری، سے تھوڑا پہلے یہ مسئلہ مذکور ہے کہ ظالم لوگ چراگاہ سے لوگوں کو لکڑیاں نہیں لانے دیتے جب تک کہ انھیں کچھ نہ دیں اور دینا اور لینا دونوں حرام ہیں اس لیے کہ یہ رشوت ہے۔ (ت)

(۷) کعبہ معظّمہ کی داخلی کس درجہ منفعت عظیمہ ہے مگر بے لیے دیئے نہ کرنے دیں تو جائز نہیں کہ اس پر لینا حرام ہے تو دینا بھی حرام، اور حرام محض منفعت کے لیے حلال نہیں ہوسکتا، رد المحتار میں ہے۔

فِيْ شَرْحِ اللُّبَابِ وَيَحْرُمُ اَخْذُ الْاُجْرَةِ لِمَنْ يَّدْ خُلُ الْبَيْتَ اَوْ يَقْصُدُ زِيَارَةَ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِلَاخِلَافٍ بَيْنَ عُلَمَاءِ الْاِسْلَامِ وَ اَئِمَّةِ الْاَنَامِ كَمَا صَرَّحَ بِهٖ فِى الْبَحْرِ وَ غَيْرِهٖ اه وَقَدْ صَرَّحُوْا بِاَنَّ مَا حَرُمَ اَخْذُهٗ حَرُمَ دَفْعُهٗ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ وَلَا ضَرُوْرَةَ هُنَا لِاَنَّ دُخُوْلَ الْبَيْتِ لَيْسَ مِنْ مَنَاسِكِ الْحَجِّ اه۔ (ردالمحتار، کتاب الحج، باب الھدی ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۲ / ۵۶ – ۲۵۵)

شرح لباب میں ہے اس شخص کو اجرت دینا حرام ہے جو کسی کو کعبہ شریف کے اندر لے جائے، یا وہ مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے کا ارادہ کرے۔ اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ علمائے اسلام اور ائمۂ انام میں سے کسی کا اختلاف نہیں، جیسا کہ "بحر رائق" وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی اھ۔ اہل علم نے یہ تصریح فرمائی کہ جس چیز کا لینا حرام اس چیز کا دوسرے کو دینا بھی حرام ہے۔ مگر یہ کہ خاص مجبوری ہو۔ اور یہاں کوئی مجبوری نہیں۔ کیوں کہ کعبہ شریف کے اندر داخل ہونا احکام حج میں سے نہیں۔ اھ (ت)

اس پر حواشی فقیر میں ہے:

وَلَا هُوَ وَاجِبًا فِيْ نَفْسِهٖ فَمِنَ الْجَهْلِ اِرْتِكَابُهٗ لِاِتْيَانِ مُسْتَحَبٍّ بَلْ اَيْنَ الْاِسْتِحْبَابُ مَعَ لُزُوْمِ الْحَرَامِ وَمَا عَنِ الْاِمَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ بَذْلِهٖ شَطْرَ مَالِهٖ لِلسَّدَنَةِ لِيَبِيْتَ لَيْلَةً فِى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ فَخَتَمَ فِيْهَا الْقُرْآنَ الْكَرِيْمَ

فِیْ رَکْعَتَیْنِ فَاَقُوْلُ یَجِبُ أَنَّهٗ کَانَ بَعْدَ التَّصْرِیْحِ بِنَفْیِ الْاُجْرَةِ وَالصَّرِیْحُ یَفُوْقُ الدَّلَالَةَ کَمَا نَصُّوْا عَلَیْهِ فِی الْخَانِیَةِ وَغَیْرِهَا۔

اور یہ اس بناء پر بذاتہٖ واجب بھی نہیں تو پھر مستحب ادا کرنے کے لیے اجرت دینے کا ارتکاب جہالت ہے بلکہ لزوم حرام کے ساتھ استحباب کیسے ہوسکتا ہے۔ اور جو کچھ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے مال کا کچھ حصہ خادمان کعبہ کے لیے خرچ کیا تا کہ خانۂ کعبہ میں رات گزاریں اور وہاں دو نفلوں میں پورا قرآن مجید ختم کریں۔

فاقول (پس میں کہتا ہوں) ضروری ہے کہ یہ کام نفی اجرت کی تصریح کے بعد ہو۔ اور صریح کلام دلالت سے فائق (اوپر) ہوتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ائمۂ کرام کی اس پر تصریح موجود ہے۔ (ت)

(۸) وقف اگر قابل انتفاع نہ رہے اسے بیچ کر اس کے عوض دوسری زمین خرید کر وقف کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ قابل انتفاع ہے اور اس کی قیمت کو دوسری جگہ وہ زمین مل سکتی ہے کہ اس سے سو حصے زائد منفعت رکھتی ہو تبدیل جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

اَلْاِسْتِبْدَالُ لَا عَنْ شَرْطٍ اِنْ کَانَ لِخَرْجِ الْوَقْفِ عَنْ اِنْتِفَاعِ الْمَوْقُوْفِ عَلَیْهِمْ بِهٖ فَیَنْبَغِیْ اَنْ لَّا یَخْتَلِفَ فِیْهِ وَاِنْ کَانَ لَا لِذٰلِكَ بَلْ اَمْکَنَ اَنْ یُّوْخَذَ بِثَمَنِ الْوَقْفِ مَا هُوَ خَیْرٌ مِنْهُ فَیَنْبَغِیْ اَنْ لَّا یَجُوْزَ لِاَنَّ الْوَاجِبَ اِبْقَاءُ الْوَقْفِ عَلٰی مَا کَانَ عَلَیْهِ دُوْنَ زِیَادَةٍ اُخْرٰی۔ (ملتقطاً)

(فتح القدیر، کتاب الوقف، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، ۵/ ۴۴۰)

تبادلہ کرنا بغیر شرط، جب کہ وقف ''موقوف علیہ'' کے لیے قابل انتفاع نہ ہو، مناسب ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہ کیا جائے۔ اور اگر یہ نہ ہو (یعنی وقف قابل انتفاع ہو) لیکن وقف کو فروخت کر دیا جائے اور اس کے بدل اس سے اعلیٰ اور عمدہ زمین خرید لی جائے تو مناسب ہے کہ یہ صورت جائز نہ ہو۔ کیوں کہ واجب یہ ہے کہ جس حالت پر پہلے وقف تھا اسی حالت پر اسے باقی

رکھا جائے اور اس میں کوئی زیادت اور اضافہ نہ کیا جائے۔ (ت)

بالجملہ مسائل بکثرت ہیں کہ محض منفعت مبیح ممنوع نہیں ہوسکتی۔

فَاِنْ قُلْتَ اَلَیْسَ فِیْ سِیَرِ الْهِنْدِیَّةِ عَنِ الذَّخِیْرَةِ وَ فِیْ کَرَاهِیَّتِهَا عَنِ الْمُحِیْطِ مَا نَصَّهٗ وَاِنْ اَرَادَ الْخُرُوْجَ لِلتِّجَارَةِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ بِاَمَانٍ فَکَرِهَا (اَیِ الْاَبَوَانِ) خُرُوْجَهٗ فَاِنْ کَانَ اَمْرًا یُخَافُ عَلَیْهِ مِنْهُ وَکَانُوْا قَوْمًا یُوَفُّوْنَ بِالْعَهْدِ یُعْرَفُوْنَ بِذٰلِكَ وَلَهٗ فِیْ ذٰلِكَ مَنْفَعَةٌ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ یَّعْصِیَهُمَا اھ ، فَقَدْ اُبِیْحَ عِصْیَانُهُمَا لِلْمَنْفَعَةِ اَقُوْلُ یَجِبُ اَنْ یُّرَادَ بِهٖ مَا اِذَا کَانَ نَهْیُهُمَا لِمُجَرَّدِ مَحَبَّةٍ وَکَرَاهَةُ فِرَاقِهٖ غَیْرُ جَازِمٍ وَلِذَا فَرَضُوْا خُرُوْجَهٗ بِاَمَانٍ وَکَوْنُهُمْ مَعْرُوْفِیْنَ بِالْوَفَاءِ حَتّٰی لَا یُخَافُ عَلَیْهِ مِنْهُ اَمَّا اِذَا خِیْفَ لَمْ یَحِلَّ لَهُ الْخُرُوْجُ بِغَیْرِ اِذْنِهِمَا لِاَنَّ نَهْیَهُمَا اِذَنْ یَکُوْنُ نَهْیَ جَزْمٍ فَفِی الْکِتَابَیْنِ بَعْدَهٗ وَاِنْ کَانَ یَخْرُجُ فِیْ تِجَارَةٍ اَرْضِ الْعَدُوِّ مَعَ عَسْکَرٍ مِنْ عَسَاکِرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَکَرِهَ ذٰلِكَ اَبَوَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا فَاِنْ کَانَ ذٰلِكَ الْعَسْکَرُ عَظِیْمًا لَا یُخَافُ عَلَیْهِمْ مِنَ الْعَدُوِّ بِاَکْبَرِ الرَّأیِ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ یَّخْرُجَ وَ اِنْ کَانَ یُخَافُ عَلَی الْعَسْکَرِ مِنَ الْعَدُوِّ بِغَالِبِ الرَّأیِ لَا یَخْرُجُ بِغَیْرِ اِذْنِهِمَا وَ کَذٰلِكَ اِنْ کَانَتْ سَرِیَّةٌ اَوْ جَرِیْدَةُ الْخَیْلِ لَا یَخْرُجُ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا لِاَنَّ الْغَالِبَ هُوَ الْهَلَاكُ فِی السَّرَایَا اھ ، فَتَسْمِیَّتُهٗ عِصْیَانًا بِحَسَبِ الصُّوْرَةِ اَلَا تَرٰی اَنَّ الْعَبْدَ بِسَبِیْلٍ مِنْ خِیْرَةِ نَفْسِهٖ فِیْ نَهْیِ الشَّرْعِ الْاِرْشَادِیِّ الْغَیْرِ الْجَازِمِ فَکَیْفَ بِنَهْیِ الْاَبَوَیْنِ کَذٰلِكَ لَوْ لَمْ یَرِدْ ذٰلِكَ فَکَیْفَ یَحِلُّ عِصْیَانُهُمَا لِمَنْفَعَةٍ مَالِیَّةٍ وَهٰذَا نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِلًا وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ، رَوَاهُ اَحْمَدُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَلٰی اُصُوْلِنَا وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَفْظُهٗ فِیْ اَوْسَطِ الطَّبْرَانِیِّ اَطِعْ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَخْرَجَاكَ مِنْ مَالِكَ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ

هُوَ لَكَ ، فَافْهَمْ وَ تَثَبَّتْ بِالتَّنَبُّهِ فَلَيْسَ الْفِقْهُ اِلَّا بِالتَّفَقُّهِ وَلَا تَفَقُّهَ اِلَّا بِالتَّوفِيْقِ۔

(فتاویٰ ھندیه، کتاب السیر، الباب الاول، نورانی کتب خانه پشاور،۲/ ۱۸۹☆کتاب الکراھیة، الباب السادس والعشرون، نورانی کتب خانه پشاور، ۵/ ۶۶–۳۶۵☆ فتاویٰ ھندیة ، کتاب السیر، الباب الاول، نورانی کتب خانه ، پشاور، ۲/ ۱۸۹☆ فتاویٰ ھندیة، کتاب الکراھیة، الباب السادس و العشرون، نورانی کتب خانه،پشاور،۵/ ۳۶۶☆مسند امام احمد بن حنبل، ترجمه معاذ رضی الله تعالیٰ عنه،دارالفکر ،بیروت،۵/ ۲۳۸☆المعجم الاوسط للطبرانی ،مکتبه المعارف الریاض،۸/ ٤٦٠)

اگر کہا جائے کہ کیا فتاویٰ عالمگیری، بحث سیر، بحوالہ ذخیرہ اور بحث کراہیۃ بحوالہ محیط میں یہ مذکور نہیں کہ جس کی اس نے تصریح فرمائی۔ اگر تجارت کے لیے سرزمین دشمن کی طرف اجازت نامہ لے کر جانا چاہیئے لیکن والدین اس کے وہاں جانے کو ناپسند کریں۔ اگر معاملہ پر امن ہو، اس میں کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ ہو، اور وہ وعدہ وفا کرتے ہوں اور اس وصف میں مشہور و معروف ہوں، اور اس کا بھی وہاں جانے میں فائدہ ہو، تو پھر اس صورت میں والدین کا حکم نہ ماننے میں کوئی حرج نہیں۔ اھ (یہاں دیکھیئے کہ) حصول فائدہ کے لیے والدین کی نافرمانی کو جائز اور مباح قرار دیا گیا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) واجب ہے کہ اس سے وہ صورت مراد ہو کہ جس میں والدین کا اسے روکنا محض محبت اور شفقت کے طور پر ہو اور اس کی جدائی کا ناپسند ہونا غیر یقینی ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے خروج کو امن اور وہاں کے لوگوں کا وفادار ہونے میں مشہور معروف ہونے پر مسئلہ کو فرض کیا یہاں تک کہ اسے اس معاملہ میں کوئی خوف وخطرہ نہ ہو، لیکن اگر خطرہ و اندیشہ ہو تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر اس کا باہر جانا اور سفر کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ دریں صورت ان کی نہی یقینی ہوگی۔ پھر ازیں بعد دو کتابوں میں مذکور ہے اگر کاروبار کے لیے دشمن کے ملک میں اسلامی فوجوں میں سے کسی اسلامی فوج کے ساتھ باہر جائے تو والدین یا ان میں سے کوئی ایک اس جانے کو ناپسند کریں۔ پس اگر یہ لشکر عظیم ہو کہ ان کی موجودگی میں غالب رائے کے مطابق دشمن سے کوئی

خطرہ اور کھٹکا نہ ہو تو پھر اس صورت میں اس کے باہر جانے میں کچھ حرج نہیں، لیکن اگر لشکر اسلام کو غالب رائے کے مطابق دشمن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ وخطرہ ہو تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے، اور اسی طرح اگر فوجی دستہ یا گھڑ سواروں کا رسالہ ہو تو بغیر اجازت والدین باہر نہ جائے کیوں کہ فوجی دستوں میں غالبًا ہلاکت ہوا کرتی ہے۔ اھ، پھر اس کو ''عصیان'' کہنا بلحاظ صورت ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ شرعی غیر جازم نہی ارشادی کے باوجود بندے کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے، پھر جب والدین کی نفی بھی ایسی ہے تو کیسے نہ ہوگا اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر ان کا ''عصیان'' دنیاوی مالی فائدے کے لیے کیسے جائز ہوگا۔ یہ ہمارے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں ''اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمھیں اہل وعیال اور مال سے الگ ہونے کا حکم دیں۔'' امام احمد نے ہمارے اصولوں کے مطابق سند حسن کے ساتھ اس کو روایت فرمایا، اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا۔ اور اس کے الفاظ ''اوسط طبرانی میں یہ ہیں: ''(اے شخص!) اپنے والدین کی اطاعت کیجئے اگرچہ وہ تمھیں تمھارے مال اور تمھاری ہر مملوکہ شئے سے تمھیں الگ اور برطرف کردیں'' اس کو خوب سمجھ لیجئے اور ہوشیاری سے ثابت قدم رہیئے کیوں کہ فقہ بغیر سمجھے نہیں ہوسکتی، اور سمجھ بوجھ حصول توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ (ت)

ختم شد

....